فہم القرآن سیریز نمبر 1

سورۃ سیریز

سُورَۃُ التَّحرِیمِ

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ التحریم

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ التحریم

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تفسیر سورۃ التحریم

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2009ء

طبع دوم : اپریل 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتہا ۱۲ — ۶۶ سُوۡرَۃُ التَّحۡرِیۡمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ — رکوعاتہا ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ التحریم مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 66 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 107 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾

''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (1)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ﴾ ''اے نبی!'' یہ رب العزت کی جانب سے اپنے نبی محمد ﷺ پر عتاب ہے۔ یعنی اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت کے لیے منتخب فرمایا۔

(2) ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ﴾ ''آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟'' آپ ﷺ ان پاک چیزوں کو اپنے اوپر کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے حلال فرمایا۔

(3) نبی ﷺ سیدنا زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں نسبتاً زیادہ ٹھہرتے تھے اور وہاں شہد کا مشروب پیتے تھے۔ معمول سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے روکنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سکیم تیار کی کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان سے یہ کہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ (مغافیر ایسا پھول ہے جس میں بساند ہوتی ہے)۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے زینب رضی اللہ عنہا کے گھر صرف شہد پیا ہے۔ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا لیکن یہ بات

تم کسی کو نہ بتانا۔اس واقعے میں چونکہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔(بخاری:4912،مسلم:1474)

(4) دوسرے واقعے کو امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی تھیں جسے آپ ﷺ نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا۔وہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں جبکہ وہ موجود نہیں تھیں۔اتفاق سے ان کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ان کو سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں خلوت میں وقت گزارنا ناگوار گزرا۔نبی ﷺ نے بھی اسے محسوس کر لیا۔اس پر آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لئے قسم کھا کر سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔مگر انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کر دیا۔اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع دی۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:666/1)

(5) نبوت کے لفظ سے خطاب کرنا عزت وتوقیر اور آپ ﷺ کے مقام بلند کے اعتبار سے ہے۔آپ ﷺ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا گیا جیسے دوسرے انبیاء کو پکارا گیا مثلاً یا ابراہیم، یا نوح، یا عیسیٰ ابن مریم۔آپ ﷺ کے لیے نبوت اور رسالت کا لفظ خاص کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے ساتھ انبیاء اور مرسلین پر افضل ہونے کی عظیم دلیل ہے۔(صفوۃ التفاسیر:383/3)

(6)﴿تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ﴾''آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں''یعنی اس تحریم کے ذریعے سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی دل جوئی کرنا چاہتے ہیں؟

(7)﴿وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔اس نے اپنے نبی ﷺ کو بخش دیا اور وہ بے حد رحم والا اُس نے اپنے رسول پر رحم فرمایا اور ان سے ملامت کو دور کر دیا اور آپ ﷺ سے ہونے والی غلطی کو ساری امت کے لیے ایک عام حکم کی تشریع کا سبب بنا دیا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسموں کے لیے عام حکم جاری فرما دیا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے اوپر حرام ٹھہرانے کے پیچھے کام کرنے والے جذبے کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات''غفور''اور''رحیم''کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حلال چیز کو حرام ٹھہرانے پر اپنی بخشش کا شعور دلایا ہے کہ وہ غفور ہے،بخشنے والا ہے۔اس کی مغفرت انسان کی غلطیوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(2)رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ایک حلال چیز کو حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت کا دروازہ کھولا ہے۔ان کی اس غلطی کو معاف کر کے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔

سوال4:اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں کیا چیز واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں یہ واضح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار اپنے رسول ﷺ کو بھی نہیں دیا۔

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (2)

سوال 1: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ '' یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے'' یعنی اللہ رب العزت نے وہ طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے ذریعے قسم کو توڑنے سے پہلے اس سے نکلا جا سکے۔

(2) رب العزت نے قسم توڑنے کا کفارہ بتا دیا جس کو قسم تورنے کے بعد ضرور ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 89 آیا ہے۔ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا اُنہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدہ:89) جو شخص کسی حلال کھانے یا مشروب وغیرہ کو حرام ٹھہرائے یا کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے پھر وہ قسم توڑنے کا ارادہ کرے یا توڑ ڈالے تو اس پر آیت میں ذکر کردہ کفارے کی ادائیگی واجب ہے۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کفارہ ادا کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے تعلق قائم رکھا۔ (ابن کثیر بحوالہ نسائی)

(4) ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کا سرپرست ہے تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرتا ہے۔ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح کے راستے آسان کرتا ہے اور تمہارے لیے ہدایت کے راستے کو روشن کرتا ہے جس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت ہے۔ (تفسیر المراغی:133/10)

(5) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کی سرپرستی کرنے والا ہے اور تمہارے دین ودنیا کے امور میں تمہاری بہترین طریقے سے تربیت کرنے والا ہے، جس کے سبب سے تم سے شر دور ہوتا ہے۔ بنابریں اس نے تمہاری قسمیں حلال کرنے کے لئے تمہارے لئے ایک طریقہ

مقرر فرمایا تاکہ تم پر جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2799/3)

(6)﴿وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ یعنی اے لوگو! تمہارے لیے اس نے بیان کر دیا ہے یا واضح کر دیا ہے﴿وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ﴾ اے ایمان والو! وہ تمہاری نصرت کرتا ہے﴿وَهُوَ الْعَلِيمُ﴾ یعنی تمہاری مصلحتوں اور ضروریات کو جانتا ہے۔﴿الْحَكِيمُ﴾ تمہارے بارے اپنی تدبیر میں صاحب حکمت ہے اور جس کو وہ بہتر سمجھتا ہے تم سے دور کر دیتا ہے۔'' (جامع البیان:169/28)

سوال 2: قسموں کے کھولنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے۔ یعنی جس کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی ہو قسم کا کفارہ ادا کر کے اس کو کرنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے کیا کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے شہد بھی استعمال کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا حق بھی ادا کیا۔

سوال 4: اگر کوئی شخص اپنے اوپر کوئی چیز حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمہور علماء کے مطابق کسی چیز کو حرام کرنے سے نہ وہ چیز حرام ہو گی نہ اس پر کفارہ ہو گا، سوائے بیوی کے۔

سوال 5: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟

جواب: (1) اگر کسی شخص کا مقصد اس سے طلاق دینے کا ہے تو وہ واقع ہو جائے گی۔

(2) اگر طلاق کی نیت نہیں ہے تو یہ قسم ہے جس کا کفارہ دینا ضروری ہے۔

سوال 6: قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: (1) دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔ (2) یا دس محتاجوں کو کپڑا دینا۔

(3) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔ (4) یا تین روزے رکھنا۔

سوال 7:﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے اسی لئے وہ تمہاری کمزوریوں کی وجہ سے تمہاری مدد کرتا ہے حتیٰ کہ اس معاملے میں بھی جو تم پر گراں گزرے۔

(2) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔ اس نے تمہارے لئے قسموں کو حلال کیا ہے اور قسموں سے نکلنے کے لئے کفارے کا طریقہ بتایا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم'' اور ''حکیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جو قوانین دیتا ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے دیتا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت 'حکیم' کا شعور ایسے احکامات سے دیا ہے جن پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔ یقیناً وہ حکیم ہے جس کے احکامات

حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی'' وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ نے انہیں کہا کہ میں نے فلاں عورت کو حرام کر لیا ہے اور اللہ کی قسم اب میں اس سے تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے نبی ﷺ نے مطالبہ کیا کہ وہ اس راز کو چھپائیں گی۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی۔ (ایسر التفاسیر: 1650)

(2) ﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ﴾ ''پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی'' جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی۔

(3) ﴿وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی'' اللہ رب العزت نے اس خبر سے نبی ﷺ کو آگاہ کر دیا جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی تھی۔

(4) ﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾ ''تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا'' نبی ﷺ نے اپنے عفو و درگزر اور حلم و کرم کی بنا پر وہ بات جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے افشا کی تھی اس میں سے کچھ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی اور کچھ سے اعراض کر لیا۔

(5) ﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ ''تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' جب نبی ﷺ نے وہ خبر جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتا دی تھی اس کے بارے میں انہیں آگاہ کیا تو انہوں نے کہا۔ آپ ﷺ کو اس خبر سے کس نے آگاہ کیا جب کہ وہ ہم سے باہر نہیں نکلی؟

(6) ﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''نبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا مجھے اس نے بتایا جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں جس کو سب کی خبر ہے اور جو سب رازوں اور چھپی ہوئی چیزوں کا علم رکھنے والا ہے۔

(7) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ﴾ کے بارے قول ہے کہ صاحب معاملہ کو اس بارے میں ذرا بھی شک نہ ہوا کہ اسے اس بارے میں خبر مل گئی ہے (جب آگاہ کیا گیا تو حیرانگی سے سوال کیا کہ کس نے خبر دی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہر چیز کا علم رکھنے والے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والے نے بتایا ہے۔ (جامع البیان: 170/28)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے کون سی پوشیدہ بات اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کو بتائی تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے شہد کو یا سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حرام کرنے والی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی تھی کہ وہ اسے پوشیدہ رکھے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو علیم وخبیر نے خبر دی جبکہ اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں نہیں۔ اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔

سوال 4: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیوں دریافت کیا تھا کہ آپ ﷺ کو اس بات کی خبر کس نے دی؟

جواب: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں یہی بات آئی ہو گی کہ میں نے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی سے بات نہیں کی اور ان سے وہ توقع نہیں رکھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں گی کیونکہ دونوں نے اکٹھا منصوبہ بنایا تھا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم وخبیر'' کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے راز کی بات سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ جو بات کسی دوسرے تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ وہ اطلاع نہ دے جو جانتا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نفس کی گہرائیوں سے سینے کے راز کو لے کر اُسے فاش کر دیا اور اس طرح یہ شعور دیا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی خبر رکھنے والا نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلایا ہے کہ ایسی غلطیاں تبھی ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے علم اور خبر سے انسان غافل ہو جائے۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مؤمنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ ''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہ راست سے ہٹ

گئے ہیں' 'اگر تم دونوں یعنی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلوگی جن سے تمہارے دل منحرف ہوئے یعنی ورع اور نبی ﷺ کا ادب اور احترام اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گی۔

(2) ان دونوں نے ہی نبی ﷺ کو ابھارا تھا اور آپ ﷺ نے اپنے او پر اس چیز کو حرام ٹھہرالیا تھا جو آپ ﷺ کو پسند تھی۔

(3) ان دونوں کے اس طرز عمل کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پر عتاب فرمایا اور ان دونوں کے سامنے توبہ پیش کی۔

سوال 2:﴿وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ۚ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ بَعۡدَ ذٰ لِكَ ظَهِيۡرٌ﴾ ''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کروگی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مدد گار رہے اور جبرائیل اور نیک مؤمنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ﴾ ''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کروگی'' یعنی اگر تم دونوں ایسے کام پر ایک دوسرے سے تعاون کروگی جو آپ ﷺ پر گراں گزرتا ہے اور یہ رویہ قائم رہا۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ وَجِبۡرِيۡلُ﴾ ''تو یقینا اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار رہے اور جبرائیل'' نبی ﷺ کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور جبریل علیہ السلام کو نبی ﷺ کا مددگار قرار دیا۔

(3)﴿وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور نیک مؤمنین'' سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صالح المومنین سے مراد انبیاء کرام ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(4) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں صالح المؤمنین سے مراد مومنین سے بہترین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(5) سیدنا جابر رحمہ اللہ کہتے ہیں صالح المؤمنین سے مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(6)﴿وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ بَعۡدَ ذٰ لِكَ ظَهِيۡرٌ﴾ ''اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار رہیں'' اس فرمان سے مراد فرشتے، جبریل اور صالح مومنین نبی کریم ﷺ کے مددگار رہیں۔ اگر کوئی نبی کے بارے میں برا سوچے یا اذیت پہنچانے کی کوشش کرے تو یہ مدد و نصرت کے لیے تیار ہیں۔

(جامع البیان:173/28)

(7) یہ نبی ﷺ کی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنی مخلوق میں سے خاص لوگوں کو نبی ﷺ کا مددگار بنادیا۔ اور جس کے مددگار ایسے لوگ ہوں تو وہ مدد یافتہ ہے۔

سوال 3:﴿اِنۡ تَتُوۡبَاۤ﴾ کا جواب نہیں دیا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر تم دونوں توبہ کرو تو مراد یہی ہے کہ توبہ قبول کرلی جائے گی۔

سوال 4: تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ تمہارے دلوں کو ایسی چیز پسند آگئی ہے جو نبی ﷺ کے لئے ناگوار ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو کیا خوفناک تنبیہ کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم جتھے بندی کروگی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس (محمد رسول اللہ ﷺ) کا مولیٰ ہے اور جبریل اور صالح اہلِ ایمان اور فرشتے سب اُس کے مددگار ہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کیوں کی تھی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا دل بہت پریشان تھا اور آپ ﷺ کی طبیعت پر اس واقعے کا گہرا اثر تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے بھی کی تھی کہ اگر تم یعنی اَزواجِ رسول ﷺ جتھے بندی کروگی تو نبی ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مددگار تو اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور مومنین ہیں۔

﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾

''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں'' (5)

سوال1: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا'' یہ امہات المومنین کے لیے شدید تخویف ہے کہ اگر نبی ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر عورتوں سے انہیں بدل دے گا۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو'' دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے' کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ نبی ﷺ کی

بیویاں جوش وخروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک تمھیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (صحیح بخاری:402)

(3) ﴿مُسْلِمٰتٍ﴾ ''جو اسلام والیاں'' یعنی اسلام لانے والی اور ان صفات سے متصف یا اپنے معاملات کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرنے والی۔ (الاساس:6001/10)

(4) ﴿مُّؤْمِنٰتٍ﴾ ''ایمان والیاں'' یعنی خالص ایمان لانے والی۔

(5) ﴿قٰنِتٰتٍ﴾ ''اطاعت کرنے والیاں'' یعنی مطیع اور فرماں بردار۔ (جامع البیان:125/28)

(6) قنوت سے مراد دائمی اطاعت ہے یعنی مستقل مزاجی سے اطاعت کرنے والی۔

(7) ﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ ''توبہ کرنے والیاں'' یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والی۔ یعنی توبہ ان کا تخلیقی وصف ہوگا۔ (الاساس:6001/10)

(8) یعنی ان امور سے توبہ کرنے والی جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(9) ﴿عٰبِدٰتٍ﴾ ''عبادت کرنے والیاں'' یعنی عبادت کی قسموں یعنی نماز اور ذکر کو اللہ کے لیے انجام دینے والی۔ (الاساس:6001/10)

(10) ﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ ''روزہ دار'' یعنی روزہ رکھنے والی یا ہجرت کرنے والی۔

(11) ﴿ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''بیوہ اور کنواریاں ہوں'' یعنی ان میں سے بعض شادی شدہ ہوں گی اور بعض کنواری۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اتنی خوفناک دھمکی کیوں دی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں طلاق دے تو وہ تم سے بہتر بیویاں عطا کر سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو یہ سمجھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے لئے کیسی خواتین درکار ہیں: (i) ﴿مُسْلِمَات﴾ یعنی اطاعت گزار اور فرمانبردار۔ (ii) ﴿مُؤْمِنَات﴾ یعنی ایمان اور یقین سے بھرپور دل رکھنے والی۔

(iii) ﴿قٰنِتٰت﴾ یعنی دل کی رغبت سے فرمانبرداری کرنے والی۔ (iv) ﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ یعنی توبہ گزار۔ (v) ﴿عٰبِدٰت﴾ یعنی عبادت گزار۔

(vi) ﴿سٰٓئِحٰت﴾ یعنی روزہ رکھنے والی۔

(2) یہ بات اتنے سخت انداز میں اس لئے کہی گئی کہ اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن نادم ہوں اور آئندہ کے لئے فرمانبردار بن جائیں۔

سوال 3: ثَيِّبٰتٍ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ثَيِّبَات ثَيِّبٌ سے ہے جس سے مراد بیوہ عورت ہے۔

سوال 4: بیوہ عورت کو ثَيِّب کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: بیوہ عورت کو ثَیِّب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شوہر سے لوٹ آتی ہے۔ پھر دوبارہ شوہر کے بغیر ہوجاتی ہے جیسا کہ شادی سے پہلے تھی۔

سوال 5: اَبۡکَارًا کسے کہتے ہیں؟

جواب: اَبۡکَارًا اِبکرٌ سے ہے جس سے مراد کنواری لڑکی ہے۔

سوال 6: کنواری لڑکی کو بِکر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کنواری کو بِکر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی پہلی حالت پر ہوتی ہے جس پر وہ پیدا ہوئی۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَیۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' (6)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ رب العزت نے اہل خاندان کو ادب اور دین کی تعلیم دینے کا حکم دیا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ﴾ ''اپنے آپ کو بچاؤ'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے نواہی سے بچاؤ اور ایسے کاموں سے توبہ کریں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جن کی وجہ سے وہ عذاب دیتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا عادی بنائیں۔

(3) ﴿وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو آگ سے'' اہل وعیال کو بچانا یہ ہے کہ ان کو ادب وعلم سکھایا جائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ پس بندہ صرف اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب وہ اپنے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں، جو اس کی سرپرستی میں اور اس کے تصرف میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2801/3)

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡهَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰی﴾ ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ: 132)

(5) ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء: 214)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہوجاؤ تم میں سے ہرایک نگہبان ہے اور ہرایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المومنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہوجاؤ تم میں سے ہرایک نگہبان ہے اور ہرایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔'' (صحیح بخاری:7138، مسلم:4724)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھوتھو'' تاکہ وہ بچہ اس کھجور کو پھینک دے، پھر فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ صدقے کی چیز نہیں کھاتے؟'' (بخاری:1491)

(8) سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ﴿يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهِ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ﴾ ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ (بخاری:5376)

(9) سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال ہوجائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہوجائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔'' (ابوداؤد:494)

(10) ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ تعالیٰ نے آگ کے یہ اوصاف اس لیے بیان کئے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھنے سے ڈریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (سورہ الانبیاء:98) (تفسیر سعدی:2801/3)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ایک دھماکے کی آواز آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ ایک پتھر ہے، جو جہنم میں ستر برس پہلے پھینکا گیا تھا۔ وہ جا رہا تھا، اب اس کی تہہ میں پہنچا ہے (معاذ اللہ جہنم اتنی گہری ہے کہ اس کی چوٹی سے تہہ تک ستر برس کی راہ ہے اور وہ بھی اس تیز حرکت سے جیسے پتھر اوپر سے نیچے کو گرتا ہے)۔ (مسلم:7167)

سوال 2: ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جس پر تندمزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ﴾ ''جس پر تندمزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں'' ان فرشتوں کے اخلاق بہت درشت اور ان

کا انتقام بہت برا ہوگا، جہنمی ان کی آوازیں سن کر گھبرائیں گے اور ان کو دیکھ کر خوف کھائیں گے، یہ فرشتے اپنی طاقت وقوت سے جہنمیوں کو رسوا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کریں گے جس نے ان کے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ کیا ہے اور سخت سزا ان پر واجب کی ہے۔ (تفسیر سعدی:2801/3)

(2)﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے'' یعنی وہ فرشتے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

(3)﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' یعنی وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(4) اس آیت میں فرشتوں کی مدح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ (٢٧) لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (٢٨) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (٢٩) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (٣٠) وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (٣١)﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں۔ اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تاکہ وہ یقین کرلیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کردیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے۔'' (مدثر:27-31)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ کا حکم دے کر کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سوال 4: گھر والوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: گھر والوں کی اسلامی تربیت کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ نے اولاد کی اصلاح کے لئے کیا احکامات دیئے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے بچے کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے زبان کھلوانے کی تلقین کی۔

(2) بچوں کو نماز کی تلقین کرنے کا حکم دیا جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس برس کے ہو جائیں تو سستی برتنے پر ان کے ساتھ سختی

کرنے کا حکم دیا۔

سوال6: اولاد کی تربیت کے لئے فقہاء کیا کہتے ہیں؟

جواب: (1) فقہاء کہتے ہیں کہ ان سے بچپن میں ہی روزے رکھوائے جائیں۔

(2) بچپن سے ہی اولاد کو احکامات سکھائے جائیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی جائے تاکہ جب وہ بالغ ہوں تو اسلام کا سچا شعور انہیں حاصل ہو چکا ہو۔

سوال5: جہنم کی آگ کا ایندھن کون ہوں گے؟

جواب: انسان اور پتھر۔

سوال6: جہنم کے نگران فرشتے کیسے ہوں گے؟

جواب: (1) جہنم کے نگران فرشتے تندخو اور سخت گیر ہوں گے۔ ان کا مزاج عذاب کی طرح سخت ہوگا۔ یعنی ان سے کوئی نرمی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ (3) جہنم کے نگران فرشتے وہی کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' (7)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو'' اہل دوزخ سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اے کافرو! آج کے دن عذر پیش نہ کرو۔ وہ وقت تم نے کھو دیا اب تو اعمال کی جزا و سزا ہے۔

(2) ﴿اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' تم نے جو اعمال کیے اس کی جزا تمہیں دی جائے گی۔ تم نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، تم نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا، تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، تم نے رسولوں کے خلاف اور اہل حق کے خلاف جنگ کی۔ تم نے من چاہی زندگی بسر کی، تم نے دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا۔ تم نے دنیا کے لیے کمایا، دنیا کے لیے ہی اڑا دیا۔ تم نے اپنی اولادوں کو دنیا کے لیے تیار کیا۔ مٹی کے بیٹو! سارے اعمال مٹی کے لیے ہی کیے۔ کچھ بھی آگے نہ بھیجا تو آج تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (١٦) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (١٧) وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

كَاظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (۱۸) يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (۱۹)﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔'' (المومن:16-19)

(4) اب عذر ختم ہو گئے صرف اعمال کا بدلہ ملے گا۔

سوال 2: کافروں سے اس دن کیا کہا جائے گا؟

جواب: کافروں سے کہا جائے گا:

(1) عذر پیش نہ کرو۔ یہ معذرتوں کا دن نہیں۔ (2) ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جا رہا۔

رکوع نمبر 2

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (8)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' توبۃ النصوح کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ'' توبۃ النصوح سے مراد سچی توبہ جو پرخلوص ہو، یہ توبہ تمام برائیوں کو مٹادیتی ہے۔ توبہ کرنے والے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے اور برائیوں کی عادت چھڑادیتی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2093/2)

(3) خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کئے ہیں، اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو، پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔ (تفسیر سعدی:2802/3)

(4) خالص توبہ سے مراد (i) اپنے گناہ پر دل میں شدید ندامت محسوس کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرنا۔ (iii) آئندہ کبھی وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ (iv) ہمیشہ کے لئے گناہ کو چھوڑ دینا۔ (v) اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا اَزالہ کرنا، جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگنا۔

(5) اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو خالص توبہ کے لیے پکارا ہے جو کوئی گناہ باقی نہیں رہنے دیتی۔

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ سچی اور خالص توبہ ہے۔ (الفتح القدیر:310/5)

(7) ابن مردویہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ بندے نے جو گناہ کیا ہے اس پر ندامت ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے معذرت پیش کر کے کہے کہ وہ آئندہ کبھی نہیں کرے گا۔ جیسے دودھ تھنوں میں واپس نہیں جاتا۔ اسی طرح عمرو بن سعود، ابی ابن کعب اور حسن وغیرہ سے روایت ہے۔

(8) ایک دفعہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ سچی توبہ یہ ہے کہ انسان توبہ کر کے پھر گناہ نہ کرے بلکہ اس گناہ کا تصور بھی نہ کرے۔ (ابن جریر)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گناہ سے توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ نہ کیا جائے۔ (مسند احمد)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سچی توبہ کیا ہے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا فرمایا: گناہ پر نادم ہونا، موجودہ زمانے میں اس سے رک جانا اور استغفار کرنا۔ (مختصر ابن کثیر:2093/2)

(11) عبداللہ ابن مغفل فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ والد صاحب بولے کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ ندامت توبہ ہے بولے ہاں۔ (ابن ماجہ)

(12) صحیح حدیث میں ہیں اسلام اور توبہ پہلے گناہ مٹادیتے ہیں۔ کیا توبۃ النصوح کی یہ شرط بھی ہے کہ مرتے دم تک پھر وہ گناہ سرزد نہ ہو یا صرف آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہی کافی ہے اور اسی عزم سے اگلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ ہاں مرتے دم تک گناہ نہ کرنے کی شرط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جو اسلام لاکر نیک عمل کرتا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر نہیں پکڑا جائے گا اور جو برائیوں میں مبتلا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر بھی پکڑا جائے گا اور اسلام والے گناہوں پر بھی۔ جب اسلام میں جو گناہ مٹانے میں توبہ سے بڑھ کر ہے، یہ بات ہے تو توبہ میں بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔ (السراج المنیر:2093/2)

(13) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: خالص توبہ میں تین امور جمع ہوجاتے ہیں (i) معصیت سے نکل آنا۔ (ii) اپنے فعل پر ندامت ہونا (iii) پختہ عزم کہ آئندہ کبھی نہیں کرنا۔ اگر انسان معصیت کے کام کے ساتھ متعلق رہے گا تو وہ اس پر اسی گناہ کو لوٹا دے گی۔

(14) ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کردے'' حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ ہر برائی کا کفارہ ہوجاتی ہے اور وہ قرآن میں ہے پھر انہوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ (الفتح القدیر: 311/5)

(15) ﴿وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور تمہیں داخل کردے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' اللہ رب العزت نے خالص توبہ کرنے والوں سے جنتوں میں داخل کرنے اور فوز و فلاح کا وعدہ کیا ہے۔

سوال 2: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

(1) تمہارا ربّ تمہارے گناہ دور کردے گا۔

(2) تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال 3: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا'' یعنی جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ ان پر ایمان لائے، انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہر موخر کو قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔ جہاں تک منافق کا تعلق ہے تو اس کا نور بجھ جائے گا۔ (فتح القدیر: 367/5)

(3) ﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''ان کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے'' جب قیامت کے دن اہل ایمان اپنے نور ایمان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں چل رہے ہوں گے۔ اس کی خوشبو اور راحت سے متمتع ہو رہے ہوں گے اور اس روشنی کے بجھ جانے پر ڈریں گے جو منافقین کو دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ وہ ان کے نور کو پورا کردے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے پاس جو نور اور یقین ہوگا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں بھری جنتوں اور رب کریم کے جوار میں پہنچا دے گا۔ یہ سب خالص

توبہ کے آثار ہیں۔خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کیے ہیں۔اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو۔پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔(تفسیر سعدی:2802/3)

(4)ہر ایک کا نور اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔

(5)اس وقت منافق کہیں گے۔﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' (الحدید:13)

(6)اس وقت مومن دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب!ہمارے نور کو مکمل فرمادے۔

(7)﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾اور ہمیں بخش دے ہمارے گناہ مٹادے۔

(8)﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''یہ توسل ہے تاکہ دعا قبول ہو جائے۔یہ توسل اللہ تعالیٰ کی صفت قوت اور قدرت سے کہ یقینا آپ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔﴿فَاَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے۔(ایسر التفاسیر:1652,1651)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی،اور آپ کو بھی یارسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے بھی نہیں،سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے۔پس تم کو چاہیے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔صبح اور شام اسی طرح رات کو ذرا چل لیا کرو اور اعتدال کے ساتھ چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔(بخاری:6463)

سوال4:قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور اہلِ ایمان کو رسوا نہ کرے گا۔اس سے کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو رسوائی سے بچا لینے کی وجہ سے یہ شعور دلایا ہے کہ کافر اس دن سخت شرمندہ ہوں گے۔

سوال5:ایمان والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو رسوائی سے بچا لینے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب:یہ ذکر ایمان والوں کو توبہ پر آمادہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے کہ دیکھو توبہ کر کے تم رسول اللہ ﷺ کی صف میں کھڑے ہو جاؤ گے۔تمہیں کوئی شرمندگی نہ ہوگی۔

سوال6:نور کے آگے اور دائیں دوڑنے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے نور کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

سوال7:یہ نور کب اُن کے آگے اور دائیں طرف ہوگا؟

جواب:یہ نور جنت میں داخلے کے وقت ان کے دائیں اور آگے جارہا ہوگا۔اس نور کے ساتھ وہ جنت میں جائیں گے جہاں نور ہی نور ہوگا۔

سوال8:یہ دُعا اہلِ ایمان کس وقت کریں گے:﴿رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا﴾؟

جواب: یہ دُعا اہلِ ایمان اُس وقت کریں گے جب منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا۔

سوال 9: نور کو مکمل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جنت میں داخل ہونے تک اس نور کو باقی رکھیں اور اس کو پورا فرمائیں۔

سوال 10: اہلِ ایمان نور اور مغفرت کی دُعا کے لیے کہیں گے کہ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس سے اہلِ ایمان کے بارے میں کیا حقیقت واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔

سوال 11: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے گہرے شعور سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی ضرورت کا شدّت سے احساس ہوتا ہے۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔

(3) انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اُسی کے معاف کرنے سے معافی ملے گی جیسے اُس کے پیدا کرنے سے وجود ملا، زندگی عطا کرنے سے زندگی ملی، رزق عطا کرنے سے رزق ملا، ایسے ہی اُسی کے عطا کرنے سے نور عطا کیا جائے گا اور مغفرت ملے گی۔

سوال 12: قیامت کے دن کن لوگوں کا نور مکمل کیا جائے گا؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور نصیب ہوگا۔

سوال 13: قیامت کے دن کن لوگوں کو مغفرت نصیب ہوگی؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا گہرا شعور ہوگا اور وہ ایمان اور عملِ صالح والی زندگی بسر کر کے آئے ہوں گے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے“ (9)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو“ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی کافروں کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقوں کے ساتھ وعید اور زبان سے جہاد کریں۔ (جامع البیان: 180/28)

(3) ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور اُن پر سختی کرو“ یعنی ان کے ساتھ خطاب میں نرمی کا معاملہ نہ کریں۔

(4) رب العزت نے ان کے ساتھ دلیل کے ذریعے جہاد کا حکم دیا ہے۔ان کے موقف کا ابطال کرنا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرے اس کے خلاف جنگ کرنا۔

(5)﴿وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے''یعنی دنیا میں تو ان پر سختی کرنی ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے اور ہر خسارہ اٹھانے والا اسی کی طرف لوٹے گا۔

سوال 2: کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے اور سختی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: کافر اور منافق محض باتوں سے دعوت و تبلیغ سے ماننے والے نہیں اس لیے احکامات میں سختی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

سوال 3: کافروں اور منافقوں پر سختی کرنے کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ نرمی مفید نہیں رہتی۔حکمتِ تبلیغ کا تقاضا ہے کہ حالات اور افراد کی نفسیات کے لحاظ سے ان پر سختی یا نرمی کرنی چاہیے۔

سوال 4: کفار کے ساتھ جہاد اور منافقین سے جہاد میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: کفار کے ساتھ جہاد سے مراد قتال ہے اور منافقین کے ساتھ جہاد حدود قائم کر کے ہوتا ہے جب وہ ایسے کام کریں جن پر حد واجب ہوتی ہے۔

سوال 5: جہنم کس کا ٹھکانہ ہے؟

جواب: کافروں اور منافقوں دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا:''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ''(10)

سوال 1:﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا: داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی

بیوی کی مثال بیان کی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا حال تمثیل کے طور پر سامنے رکھا ہے کہ ان سے ان کے کفر اور مومنوں سے عداوت کا بدلہ لیا جائے گا، انہیں ان کی سزا دی جائے گی اور اس معاملے میں دنیا کا میل جول کام نہیں آئے گا نہ نسب، نہ قربت، نہ زوجیت، نہ محبت کے تعلقات اس سلسلے میں نبوت کے دو گھرانوں کی مثال دی گئی سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کی۔

(2) ﴿كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ’’وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے‘‘ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویاں ان کے ساتھ رہتی تھیں، کھاتی پیتی تھیں لیکن انہوں نے ان سے ایمان میں خیانت کی، وہ ان پر ایمان نہیں لائیں تو ہر وقت کا میل جول اور معاشرت ان کے کام نہ آئی جب دل ایمان سے خالی ہوں تو میل جول کیسے کام آسکتا ہے؟ دیکھ لو دو پیغمبروں کی بیویوں کی معاشرت ان کے کام نہیں آئی۔

(3) اس میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر نافرمانی کی تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا فائدہ نہیں دے گا۔

(4) ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ’’پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی‘‘ یعنی دین میں (ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی) دونوں اپنے شوہروں کے دین کے سوا کسی اور دین پر تھیں۔ خیانت سے یہی معنی مراد ہیں اور اس سے نسب اور بستر کی خیانت مراد نہیں، کیونکہ کسی نبی کی بیوی بدکاری کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدکار عورت کو انبیائے کرام علیہ السلام میں سے کسی کی بیوی ہی بنایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) عکرمہ رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں خیانت سے یہاں مراد بدکاری نہیں ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں تھی۔ اپنے شوہروں کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کرتی تھیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی ان کے بارے میں کہتی تھی کہ یہ دیوانہ ہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے گھر میں آنے والے مہمانوں کے بارے میں قوم کو اطلاع دیتی تھی۔ دونوں عورتوں کی ہمدردیاں کافر قوم کے ساتھ تھیں۔ دونوں نفاق میں مبتلا تھیں۔ اس سے امہات المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وسیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کرنا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی: 670/1)

(6) ﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ’’تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے‘‘ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام دونوں اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تھوڑا سا بھی نہیں بچا سکے۔

(7) ﴿وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ’’اور اُن سے کہہ دیا گیا: ’’داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ‘‘ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں سے کہا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اس کی آگ میں جلو بھنو اور برباد ہو جاؤ۔ (استغفر اللہ)

سوال 2: مَثَلٌ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مَثَلٌ ایسی حالت کو کہتے ہیں جس سے دوسری حالت کا تعارف ہو جائے جو اس حالت سے ملتی جلتی ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال اس لئے دی ہے کہ کافروں کے حالات سے ان دوعورتوں کے حالات ملتے جُلتے ہیں۔

سوال4: دونیک بندے اپنی بیویوں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کیوں نہ روک سکے؟

جواب: دونیک بندے اپنی بیویوں سے اس لئے عذاب کو نہیں روک سکے تھے کہ اُن دونوں عورتوں نے خیانت کی تھی۔ اگر چہ وہ دونوں بندے اللہ تعالیٰ کے قریب تھے لیکن اپنی بیویوں کو عذاب سے نہ بچا سکے۔

سوال5: یہ حکم کب دیا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہوجاؤ؟

جواب: (1) یہ حکم یا تو موت کے وقت دیا گیا۔ (2) یا یہ حکم قیامت کے دن دیا جائے گا۔

سوال6: کافروں کی مثال یہاں کیوں لائی گئی؟

جواب: (1) کافروں کی مثال کو لانے کا مقصد ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کرنا ہے کہ اگر چہ اُن کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے لیکن اگر انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی یا اُن کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

(2) کافروں کی مثال میں ان تمام لوگوں کے لئے عبرت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے زبانی دعوؤں کو اور محبت کے کھوکھلے اظہار کو کافی سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے عائد کردہ فرائض کی پابندی نہیں کرتے اور نہ ان کے لئے کوئی اہتمام کرتے ہیں۔ محبت کا وہ اظہار جو آج کل کے دور میں لوگ کرتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت تیار رہتے تھے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مطلب فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے احکامات اور فرائض کی پابندی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو اپنانے کا جذبہ تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب شریعت پر عمل ہے۔ خود ساختہ شریعت کے لئے شریعت سے فرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' (11)

سوال1: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں

سے مجھے نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے مثال بیان کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا۔ (2) یہ مثال فرعون کی بیوی کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور انہیں ایک ماننا اور اس کے رسول سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

(3) سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن کی بیوی تھیں جو کافر تھا۔ انہیں ان کے شوہر کے کفر نے نقصان نہیں دیا کیونکہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتی تھیں۔ (جامع البیان:182/28)

(4) اس آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مومن اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے کافروں سے میل جول رکھتے ہیں تو نقصان دہ نہیں ہے اگر یہ دوستی بچاؤ اور وقتی دفاع کے طور پر ہو۔

(5)﴿اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ﴾ ''جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کا وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ ایمان رکھتی تھیں۔ اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے مطالب جلیلہ کا سوال کرتی تھیں اور وہ ہے جنت میں دخول اور رب کریم کی مجاورت کا سوال۔ (تفسیر سعدی:2804/3)

(6) ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ خازن فرعون کی بیوی کے ایمان کی وجہ سے سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان لائیں۔ (مختصر ابن کثیر:2095/2)

(7)﴿وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهٖ﴾ ''اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا'' سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھیں کہ فرعون کے فتنے، اس کے برے اعمال اور ظالم کے فتنے سے نجات دے دے۔

(8) سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا سے پتہ چلتا ہے کہ (i) انہیں فرعون کے محل سے نہیں رب کی جنت سے دلچسپی تھی۔ اس سے سیدہ آسیہ علیہا السلام کے شعور کی پختگی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب تک دنیا کی حقیقت واضح نہیں ہوتی انسان دنیا کی محبت میں گم ہو جاتا ہے۔ سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان کی وجہ سے محلات کی عیش و عشرت کی زندگی کو گندگی سمجھتی تھیں اسی لئے اس زندگی سے پناہ مانگتی تھیں۔ (ii) سیدہ آسیہ علیہا السلام کے فرعون کے عمل سے پناہ مانگنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فرعون کی بادشاہت سے مرعوب نہیں تھیں کیونکہ وہ بادشاہِ کائنات کی حقیقت کو پا چکی تھیں اور ان کے نزدیک دنیا کے ساز و سامان کی وہ value نہیں تھی۔

(9)﴿وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ''اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' یعنی فرعون کی ساری قوم سے نجات دے دے۔

(10) سیدہ آسیہ علیہا السلام ظالم قوم سے نجات مانگتی تھیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنی قوم کے درمیان رہنا ان کے لئے کس قدر مشکل ہو گیا تھا جبکہ مال اور اقتدار اُنہی کے پاس تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والوں کے ماحول میں رہنا دنیا کی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ اسی ماحول کی وجہ سے انسان اپنے ربّ سے جڑا رہتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا قبول فرمالی: چنانچہ وہ ایمان کامل اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ زندہ رہیں اور تمام فتنوں سے

بچی رہیں۔اسی بنا پر نبی ﷺ نے فرمایا:''مردوں میں سے مرتبہ کمال کو پہنچنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد کے سوا کوئی عورت مرتبہ کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔'' (بخاری:3411)(تفسیر سعدی:2804/3)

(12)نسفی رحمہ اللہ نے کہا:اس میں دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور اس سے التجاء کرنا اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے سوال کرنا صالحین کی سیرت میں سے ہے۔(الاساس فی التفاسیر:6009/10)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال اس لئے دی ہے کہ ایمان والوں کو ترغیب ملے کہ مشکل ترین حالات میں کسی ظالم کی قربت میں حالات کی سختیوں کے باوجود دین پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اُن لوگوں کو بھی ترغیب دلائی ہے جو ہمیشہ آسانیوں کی تلاش میں ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آسانیاں ہو جائیں تو دین کے احکامات پر عمل کریں۔سیدہ آسیہ علیہا السلام کی زندگی سے یہ پتہ چلتا ہے اور اس مثال سے یہی سبق دیا ہے کہ مشکلات میں ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے اور تنگیوں میں، مصائب میں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے۔

(3)اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ بھی سبق دیا ہے کہ کفر کی شان وشوکت اور کافروں کی دولت ایمان والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔جو سچا مومن ہے وہ دولت سے یا کسی کی قوت سے ایمان کو نہیں ہار دیتا۔

(4)اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کو مثال بنا دیا کہ وقت کے سب سے بڑے ظالم اور کافر کی بیوی تھیں لیکن وہ یعنی فرعون انہیں ایمان سے نہیں روک سکا۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی''(12)

سوال1:﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی''ایمان والوں کے لیے دوسری مثال سیدہ مریم علیہا السلام بنت عمران کی ہے جنہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ہر فحش کام سے اپنی

شرم گاہ کی حفاظت کی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لیے بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ جہان والوں کی عورتوں کے لئے مثال بن گئیں۔ ہر بیٹی کے لئے سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی مثال ہے کہ انسان بگڑے ہوئے ماحول میں، بگڑی ہوئی قوم کے درمیان رہ کر بھی پاک صاف رہ سکتا ہے۔

(3)﴿فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا﴾ ''تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے اس کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری اوران کی یہ پھونک سیدہ مریم علیہا السلام تک پہنچی، چنانچہ اس طرح سیدہ مریم علیہا السلام سے رسول کریم اور سید عظیم عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(4)﴿وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ﴾ ''اوراُس نے اپنے رب کی باتوں اوراُس کی کتابوں کی تصدیق کی'' یہ سیدہ مریم علیہا السلام کو علم اورمعرفت سے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق اس کے کلمات دینی اور قدری کی تصدیق کو شامل ہے، اس کی کتابوں کی تصدیق ان امور کا تقاضا کرتی ہے جن کے ذریعے سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور یہ علم وعمل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لئے بیان کی ہے کہ انہوں نے ربّ کے کلمات یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اوراس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ جہان بھر کی بچیوں اورعورتوں کے لئے اُن کی زندگی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا، اُس کی کتابوں کا علم حاصل کرنا اوراس پر عمل کرنا یہ صرف مردوں کی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔ ہرایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

(6)﴿وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ﴾ ''اوروہ فرماں برداروں میں سے تھی'' یعنی وہ اپنی عبادت اور دینی حالت میں خشوع اور خشیت سے اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

(7) یعنی وہ خشیت اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت کرنے والوں میں سے تھیں، یہ ان کے کمال عمل کا وصف ہے کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اور صدیقیت کمال علم وعمل کا نام ہے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(8) مسند احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کی تمام عورتوں میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ مریم علیہا السلام اورفرعون کی بیوی سیدہ آسیہ علیہا السلام ہیں۔ (مسند احمد: 293/1)

سوال 2: فرمانبرداروں میں سے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو عبادت گزار اور فرماں بردار تھا۔

رب العزت کا ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ

(سورۃ التحریم:6)

000156